محمود مرزا جہلمی

یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

اسلام اپنے مزاج اور اصولوں میں دنیا کے دیگر تمام مذاہب سے رسم و رواج سے لے کر امورِ مملکت تک اپنا ایک واضح تشخص رکھتا ہے۔مگر بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند کے بت پرستانہ ماحول میں صدیوں سے آباد قبائل اور اقوام نے کہنے کو تو اسلام قبول کر لیا۔مگر اسلام کے رنگ میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی بجائے ''اسلام'' کو اپنے ''رنگ'' میں ڈھال لیا۔ ہندو مذہب کے پنڈتوں کی جگہ ''پیروں'' اور ''جوگیوں'' کی جگہ ''صوفیوں'' اور دیوالی کی جگہ ''عرس'' اور ''میلے ٹھیلے'' نے لے لی ہے۔ بتوں کی جگہ ''آستانے''، مندروں اور گوردواروں کی جگہ پر ''درباروں'' نے اسلام کا روپ دھار لیا۔ رہ گئیں بے چاری مساجد تو وہ قبرستانوں اور مزاروں میں تعمیر کر لی گئیں محض نمائشی طور پر اسلام کا نام استعمال کرنے کیلئے کہ اس طرح شادی اور موت کے موقع پر مُردے بخشوانے اور جوڑے کی آبادی کیلئے کلمہ گو مسلمانوں نے مساجد کے جو چندے مقرر کر رکھے ہیں۔ انہیں ہڑپ کرنے کیلئے ''مساجد'' کا ڈھونگ بھی رچانا ضروری ہے۔ پھر حکومتِ وقت کے سخت قوانین کے توڑ کیلئے لاؤڈ سپیکر جیسے ''مفید آلے'' کا استعمال بھی ان کے ''کاروبار'' کو چلانے کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور یہ لاؤڈ سپیکر محض مسجد کے مقدس نام پر ہی استعمال ہو سکتا ہے۔

ان مزارات اور آستانوں پر پیران عظام اور سجادہ نشینوں اور ان کے خاندانوں نے اسلام کے نام پر جو ''ات'' مچا رکھی ہے۔ اسے ''سوادِ اعظم'' کے دعویدار ملاؤں کی بھرپور تائید و حمایت حاصل ہے۔ یہ ''ملاں'' اور ''صوفی و پیر'' اپنے آپ کو ''مسلمان'' بھی کہتے ہیں۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ''پیروکار'' ہونے کے حوالہ سے ''حنفی'' مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ''مسلک'' کے ناطے ''بریلوی'' بھی کہلاتے ہیں۔حتیٰ کہ پیر عبدالقادر جیلانیؒ جیسے مجاہد اسلام کے نام پر ''گیارہویں'' کا موج میلہ بھی کرتے ہیں۔

ہم لگی لپٹی رکھے بغیر کھلی ڈھلی بات کرنے کے عادی ہیں کیونکہ ہمارا اپنا بنیادی تعلق بھی اسی ''سوادِ اعظم'' سے ہے۔ جس کی اکثریت کے ''مان'' پر انہوں نے پاکستان میں اسلام کو مذاق بنا کے رکھ دیا ہے۔ اس موضوع پر اظہار خیال کیلئے ہزاروں صفحات درکار ہیں۔ مگر ہمارے یہ کالم اس موضوع کی وسعت

کے متحمل نہ ہیں۔ہم آج ان سے صرف اتنا سوال پوچھنے تک محدود رہتے ہیں:

ضلع جہلم میں ''قبر پرستی'' کی آڑ میں اس ''مذہب'' کے ''علمبرداروں'' نے جو اندھیر مچا رکھا ہے۔ پورے ضلع میں سڑکوں، قبرستانوں، بازاروں اور گلی محلوں میں جو'' جعلی اور اصلی'' دربار اور مزار کھڑے کر رکھے ہیں۔ان درباروں کی آڑ میں منشیات فروشی، زنا، چوری چکاری، بدکاری، پولیس ٹاؤٹی اور بدمعاشی کا کونسا گھناؤنا کاروبار اور حربہ ہے جو استعمال نہیں ہو رہا ہے؟

آج ان کالموں میں صرف چند واقعات کے تذکرے پر ہی اکتفا کرتے ہیں:

گزشتہ دنوں قومی پریس ان کی ان مذموم سرگرمیوں پر چیخ اٹھا۔ جو کچھ پریس میں آیا ہے اور برسرِ موقع وہ سو فیصد ہی نہیں 101 فیصد صحیح ہے۔وہ اسلام جیسا مقدس دین تو کجا یورپ جیسے مادر پدر آزاد ممالک کا معاشرہ بھی ''ہضم'' نہیں کرسکتا۔

ا۔ مثال کے طور پر ضلع کچہری جہلم کے عین بالمقابل دریائے جہلم کے کنارے پر ''پیر ہرا'' کے نام سے شرک و بدعات ہی نہیں بدکاری، بے حیائی، فحاشی اور عریانی حتیٰ کہ بے غیرتی کا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے اسے کیا نام دیا جائے؟ ''اتوار'' کا دن کہاں اسلام میں مقدس ٹھہرا؟ کہ اتوار کے دن نوجوان عورتوں کا وہ ''میلہ'' لگتا ہے کہ اتنی بے حیائی کا مظاہرہ تو جانور بھی نہیں کرتے۔

دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر تمام کپڑے اتار کر دور پھینک دیئے جاتے ہیں۔ جو اس دربار کے سجادہ نشین ''قریشی صاحب'' کی طرف سے مقرر کردہ لڑکیاں بطور مالِ غنیمت سمیٹ لیتی ہیں۔مرغوں اور نقدی کی بارش الگ ہوتی ہے.....مگر اصل کام جو عورتیں دکھا رہی ہیں کہ ''الف ننگی'' ہو کر اور کھڑی ہو کر دریا کے کنارے ''غسل'' فرماتی ہیں۔اور اپنے اوپر پڑنے والے ''منحوس سائے'' کو دور کرتی ہیں۔اور یوں ''پیرا ہرا صاحب'' ان عورتوں کے اس برہنہ غسل کی ''زیارت'' سے ''مشرف'' ہو کر اتنے خوش ہوتے ہیں کہ وہ ان بے اولاد عورتوں کو ''ہرا'' کر کے واپس بھیجتے ہیں۔اور یوں وہ بیٹوں اور بیٹیوں کی ''سوغات'' سے جھولیاں بھر کر واپس جاتی ہیں۔

یہ بحث الگ رہی کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس قبر کو قطعاً جعلی قرار دیا ہے کہ یہ جگہ متروکہ غیر مسلم ہندوؤں کی ملکیت ہے۔اور ہندو کہاں اپنی ذاتی جگہ میں کسی ''مسلمان'' کو دفن کرنے کی اجازت دیتے؟ مگر ہم اس کے قانونی اور دینی حوالہ سے نہیں محض معاشرتی حوالہ سے بات کرتے ہوئے پوچھنا چاہتے ہیں کہ بے غیرتی کی اس سے بڑی انتہاء کیا ہوسکتی ہے کہ اس ''ننگے غسل'' سے اردگرد کی آبادیوں سے

ہی نہیں دور دراز کے نوجوانوں کی ٹولیاں کنارِ دریا اور ''بیلے'' میں ڈیرے جما کر حتیٰ کہ دور بینیں فٹ کر کے ''مزے'' لوٹتے ہیں۔

۲۔ دوسری مثال تحصیل پنڈ دادنخان کے ایک گاؤں ''ٹھل'' کے واقعات قومی پریس میں تفصیل سے شائع ہو چکے ہیں کہ ایک ایسا شخص جس نے ''سید'' ہونے کا دعویٰ کیا پھر پولیس کی ملازمت کے دوران ''کھڑی شریف'' کے دربار پر مراثیوں، گویوں اور بھک منگوں کی ٹولیوں سے مل کر ''سیف الملوک'' کے عشقیہ اشعار کو ''تقدس'' اور ''اسلام'' کا درجہ دیا۔ اور اپنی مذموم سرگرمیوں اور غیر اخلاقی حرکات کی وجہ سے نہ صرف ملازمت سے نکال دیا گیا بلکہ اس کا داخلہ بھی آزاد کشمیر خصوصاً دربار کھڑی شریف بند کر دیا گیا۔ مگر اتنے عرصہ میں اس کا ''مسئلہ'' حل ہو گیا۔ جنڈ والہ کے ایک تھانیدار کی ''بیگم صاحبہ'' ''شاہ صاحب'' کے حلقۂ ارادت میں اس حد تک داخل ہو چکی تھی کہ اپنے زمیندار خاندان کی نہ صرف ناک کٹوائی بلکہ خاوند اور بچوں کو بھی لات مار دی۔ اور موصوفہ ''شاہ صاحب'' کے ''حلقہ ارادت'' سے آگے بڑھ کر اس کی زندگی کے سفر کی ''شریک'' بن گئیں۔ شاہ جی محترمہ کو لے کر ٹھل پہنچے۔ گاؤں کی شاملات پر قبضہ جما لیا۔ ''نشہ بازوں'' کو جنت کے حسین خواب دکھائے اور پہاڑوں میں خوبصورت ''تکیہ'' تیار ہو گیا۔ ''مریدنی'' سے ''بیوی'' تک کے سفر میں نو ماہ بھی صرف نہ ہوئے اور شاہ جی کے آنگن میں مستقبل کے ''ولی'' نے آنکھ کھول لی۔

''شاہ صاحب'' نے اپنی زندگی میں ہی اپنا اور بیگم صاحبہ کا مزار قبل از وقت تعمیر کرا دیا۔ اور مزار کے اوپر چند فٹ کے ایک کمرے کو ''مسجد'' کا نام بھی دے دیا۔ اب ''مسجد'' کے اوپر لاؤڈ سپیکر فٹ ہو گیا اور رات دن لاؤڈ سپیکر پر ''سیف الملوک'' کے عشقیہ اشعار صرف گاؤں ہی نہیں پورے علاقے کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو سنائے جانے لگے۔

پورا گاؤں اور علاقہ اس بدمعاشی کے اڈے پر ہونے والی ''بدمعاشیوں'' سے آگاہ تھا مگر شاہ جی کے ارادت مند، بدکردار مرد و خواتین، بے نمازیوں، دھمال اور گانے کو ہی ''مذہب'' سمجھنے والوں کے ''ووٹوں'' کے لالچ میں خاموش تھے۔ اس نام نہاد مسجد میں باجماعت نماز تو کجا انفرادی نماز کا بھی کوئی اہتمام نہ ہے۔ حتیٰ کہ اس مسجد کو کوئی راستہ بھی نہ ہے۔ ''شاہ جی'' کے ''آستانہ'' ہی سے گزر کر مسجد میں جایا جا سکتا ہے۔ موصوف تو اپنا قدرتی وقت گزار کر ''آنجہانی'' ہو گئے۔ مگر اکلوتے ''وارث'' کا کاروبار پہلے سے بھی زیادہ چل نکلا۔ اب ایک عدد دربار اور مزار بھی میسر ہو گیا۔ باپ کی تیار کردہ قبریں مسجد کے اندر ہی

''شاہ جی'' کو ''دفن'' کر کے خوبصورت دربار کی شکل دے دی اور ساتھ ہی ''عیاشی'' کیلئے حجرہ اور ''گھر'' بھی تعمیر کرلیا۔ شاہ جی کے گدی نشین جو کہ ایک نوعمر نوجوان ہے۔ دینی تعلیم تو کجا موصوف دنیوی تعلیم سے بھی نابلد ہے۔ دن میں تین بار ڈاڑھی مونڈتے ہیں۔ میل سے دور آرہے ہوں تو ''خوشبودار ہوائیں'' ان کی آمد کا پتہ دیتی ہیں۔ پہلے پہل پنڈی سید پور کے ایک معزز سید خاندان نے ان کے ''کمالات'' کو دیکھ کر اپنی بیٹی کی منگنی توڑ دی۔ پھر جہلم کے سید گھرانے کی ایک شریف خاتون کو شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد گھر سے نکال دیا اور بچہ چھین لیا۔ جو چند ماہ ہی ماں کی جدائی برداشت کرسکا اور اس طرح ''چھوٹے شاہ صاحب'' کا مزار بھی بن گیا۔ موصوف ''کھڑی شریف'' دربار سے سینکڑوں میل دور ''عرس کھڑی شریف'' مناتے ہیں۔ ڈھول ڈھمکے کے ساتھ ساتھ ''کھسرے'' ڈانس کرتے ہیں۔ نوجوان لڑکیاں لڈی اور بھنگڑا ڈالتی ہیں اور یوں دن رات موج میلہ ہوتا ہے۔ شاہ جی کے اپنے حامی بھی اخبارات میں بیان دیتے ہیں کہ شاہ جی صرف عقیدت مند لڑکیوں سے ہی عشق پیچا لڑاتے ہیں۔ وگرنہ وہ تو ''نسلاً'' شریف ہیں۔ اپنے ایک مرید کو وہ ''فیض'' پہنچایا کہ وہ سعودی عرب میں نوکری کرتا رہا اور اس کی دولت اور بیوی دونوں پر شاہ جی ہاتھ صاف کر گئے۔ لوگوں کو ''محرم'' میں شادیوں اور نکاح سے منع کرنے والے ''شاہ صاحب'' نے 7 محرم کو شمیم کو اغوا کیا اور 10 محرم کو ضلع کچہری جہلم کے تعاون سے ''مریدنی'' سے ''بیوی'' بھی بنا لیا۔ اب شمیم بھی شاہ صاحب کی معاونت فرما رہی ہے۔ گزشتہ دنوں شاہ صاحب نے اپنے مریدینِ خاص کے تعاون سے ایک غریب کمہار کی بیٹی سے گینگ ریپ کیا۔ ان کی بیگم صاحبہ نے اس کی گُت کاٹ دی۔ مگر ان کے تقدس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ علاقہ کے ''شرفاء'' شاہ جی کے عقیدت مندوں کے ووٹوں کی بھیک کی خاطر ان کو بچانے کیلئے تجوریوں کے منہ کھول چکے ہیں اور ہمارے ملک کی پولیس بیچاری آخر ''قائداعظم'' کی عقیدت مند ٹھہری!!!!

یہ سارے واقعات بالتفصیل قومی اخبارت کی زینت بن چکے ہیں۔ ہم اپنے طور پر بھی تحقیقات کر چکے ہیں۔ پوری ذمہ داری سے یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ جو کچھ پریس میں چھپا ہے سچ اس سے بھی اور آگے ہے۔

ہم آج صرف ''سواد اعظم'' کے نام پر دکانداری چمکانے والے علماء، مولوی، ملاں اور اہل علم سے صرف یہ سوال پوچھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ''پیرہرا'' اور ''کھڑی شریف'' میں جیسی ''شرافت'' اور ''مذہب'' کا مظاہرہ ہورہا ہے۔ کیا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے؟ کیا امام ابوحنیفہؒ کی تعلیمات سے اس کا کوئی سروکار ہے؟ کیا مولوی احمد رضا خان بریلوی کی کسی ''تحریر'' سے ایسی ''پیری فقیری'' کی کوئی

گنجائش نکلتی ہے؟؟ کیا پیر عبد القادر جیلانی" جیسے ولی کامل کے نام پر گیارھویں کے دودھ مکھن اور ''کھڑی شریف'' کے نام پر 1100 روپے کی ''دمڑیاں'' وصول کرنے اور بیٹوں کی ریوڑیاں بانٹنے کے کاروبار کی آڑ میں زنا، منشیات فروشی، ناچ گانے کا یہ کاروباران بزرگوں کی تعلیمات سے کوئی لگا کھاتا ہے؟

لِلّٰہ! ذرا انصاف سے کہیے۔ ہماری نہیں تو اپنے اکابر کی تعلیمات کو ہی مان لیجئے اور ان بدمعاشوں، زانیوں، لچوں اور لفنگوں کو کم از کم ''تصوف'' کے نام پر لوگوں کی جیبوں پر ڈاکے ڈالنے سے روکئے۔ جو نہ صرف عقیدت مندوں کے ''مال'' کو ہڑپ کر رہے ہیں بلکہ ان کے ایمان اور ان کی عزت و آبرو کو بھی تار تار کر رہے ہیں!!! وماعلینا الا البلاغ

افغان امریکہ کشیدگی ...... جوش کی نہیں ہوش کی ضرورت ہے!

جب سے دنیا کی اکلوتی سپر پاور امریکہ کے غرور وتکبر اور نخوت کی علامت ورلڈ ٹریڈ سنٹر پیوند خاک اور اس کا محفوظ ترین دفاعی مرکز پینٹاگون ''ابابیلوں'' کے حملے کا شکار ہوا ہے۔ تب سے جارج ڈبلیو بش بپھرے ہوئے ہاتھی کی طرح (اتفاق سے اس کی پارٹی کا انتخابی نشان بھی ہاتھی ہی ہے) عالم اسلام کو روندنا چاہتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ جیسی بظاہر متمدن ومہذب قوم کی حکومت معقولیت اور مذاکرات کا راستہ چھوڑ کر تیسری عالمگیر جنگ کی طرف کیوں گامزن ہے؟

دراصل اَمرِ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح پاکستان کے حکام امریکہ کے زرخرید غلام ہوتے ہیں، امریکہ بھی کسی کا غلام ہے اور اس کی جان بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ جس طرح پاکستان کی کوئی حکومت امریکہ کی حکم عدولی نہیں کرسکتی ایسے ہی کوئی بھی امریکی حکومت یہودیوں کی ناراضگی مول نہیں لے سکتی! سابقہ امریکی حکومتوں نے جب بھی یہودیوں کو ناراض کیا تو انہیں اسی طرح کے بُرے دن دیکھنے پڑے!!

نیو یارک اور واشنگٹن میں حالیہ تباہی بھی ''کٹے کے منہ پر کھیر ملنے'' والی مثال کے مصداق ہے۔ وگرنہ امریکہ جیسے جدید ٹیکنالوجی کے حامل ملک میں چار ہوائی جہازوں کا بیک وقت اغوا ہو کر تباہی و بربادی مچا دینا کسی ''اسامہ بن لادن'' کے بس کی بات نہ تھی! یہودیوں کے علاوہ کسے معلوم تھا کہ 11 ستمبر کو ''ورلڈ ٹریڈ سینٹر'' ایسی بلند و بالا فلک بوس عمارت ﴿کعصفٍ مأکول﴾ یعنی: ''کھائے ہوئے بھوسہ کی مانند'' فضا میں اڑتی ہوئی نظر آئے گی!

اسی لیے یہودیوں نے اتنا بڑا تباہ کن منصوبہ بنایا تاکہ فلسطین، کشمیر اور افغانستان میں مرضی کے نتائج حاصل کرسکیں اور مظلوم ومجبور اور مقہور مسلمانوں کو عیسائیوں اور ہندوؤں سے مزید پٹوا سکیں...... یہی وجہ ہے کہ ٹاور میں کام کرنے والے سینکڑوں، ہزاروں یہودیوں میں سے ایک یہودی بھی اس دن ڈیوٹی پر نہ پہنچا۔ اب یہود ـــــ ہنود سے مل کر افغانستان پر حملہ کروا کر عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کی ایٹمی قوت یہود وہنود کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی کی طرح ہے اور ان کی آنکھوں میں پتھر کی طرح رڑک رہی ہے۔

لہٰذا اس موقع پر ہر قسم کے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے متحد ومتفق ہو کر یہود وہنود ایسے چالاک وعیار دشمن کی چالوں سے بچنا ہوگا۔ دور اندیش قومیں ایسے مواقع پر جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لے کر سانپ کو کچلنے کے ساتھ ساتھ لاٹھی کو بھی بچا لیتی ہیں۔ ﴿وما علینا الا البلاغ﴾

(حافظ عبد الحمید عامر)